کربلا کا واقعہ ایک عظیم واقعہ ہے

خطیب اعظم علامہ سید سبط حسن نقوی فاطر جائسی

واقعہ کی عظمت:

کسی واقعہ کے عظیم ہونے کی جانچ اگر کرنی منظور ہو تو اس کے قبل و بعد کو دیکھو پھر اس کی تاثیرات کا پتہ لگاؤ، ان چیزوں کی نوعیت پر نظر کرو جن پر اس واقعہ نے اپنا اثر ڈالا ہے۔ اگر وہ چیزیں جو اس واقعے سے متاثر ہوئی ہیں معمولی ہوں تو اس واقعے کو معمولی سمجھو اور اگر وہ چیزیں معمولی نہ ہوں تو اس واقعہ کو بھی غیر معمولی سمجھو۔

دنیا کے ہزاروں واقعات پر ایک سرسری نظر ڈال کر دیکھو تو ان میں چند طرح کے تغیرات معلوم ہوں گے: یا ایک سلطنت دوسری حالت پر منتقل ہوگئی ہوگی اور اس سے نظم و نسق اور طرز حکومت میں فرق آ گیا ہوگا یا ایک طرز و طریقہ دوسرے انداز و رفتار سے بدل گیا ہوگا، عام اس سے کہ وہ سلطنت اپنے فرماں روا کے تحت باقی رہی ہو یا نہ رہی۔ یا خونریزیوں نے تاسف کے آثار پیدا کر دئے ہوں گے اور مادہ ظلم اور زیادہ ہوگیا ہوگا، یا کمی ہوگئی ہوگی۔ بڑے بڑے واقعات کی تاثیرات اتنی ہی ہیں اور جزئیات جو عالم کون و فساد میں ہوتے رہتے ہیں ان کا شمار اور ان کے آثار کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر نا محدود ہونے پر بھی ان میں وہ عظمت نہیں پیدا ہوتی جس سے ہم اس وقت بحث کر رہے ہیں۔

واقعۂ کربلا:

جب اس محک پر رکھ کر جانچا جاتا ہے تو وہ اپنی نظیر کوئی دوسرا واقعہ نہیں رکھتا۔ پہلے یہ دیکھو کہ اس واقعہ کے اسباب کہاں سے اور کیوں کر پیدا ہوئے۔ ہر چیز کے لئے جو واقع ہو اس کے پہلے کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو آنے والے تغیر یا ہونے والے واقعہ کے لئے یا اسباب ہوجاتی ہیں یا اسباب پیدا کر دیتی ہیں۔

پھر ایک نظر یوں ڈالو کہ اس عظیم واقعہ کی ظالمیت اور مظلومیت کن دو حصوں میں منقسم تھی؟ ظالم کون تھا اور مظلوم کون؟ پھر ایک نظر یہ بھی دیکھو کہ رسول اللہ کا تعلق مظلوم سے زیادہ تھا یا ظالم سے؟ پھر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دیکھتے جاؤ کہ کسی ایک فریق سے نبیؐ کا تعلق اگر تھا تو معمولی تھا یا غیر معمولی؟ پھر ایک نظر اس سمت بھی کرنی چاہئے کہ عرب کی وحشیانہ اور جاہلانہ رفتار جس تعلیم سے زائل ہو چکی تھی اور وہ قوم تمام تہذیب کے اعلیٰ پیمانے حاصل کر چکی تھی انسٹھ برس کا فصل نبی اور امت کے درمیان میں پڑ جانے سے وہ تعلیم کیوں کر زائل ہوگئی اور کیوں کر ان میں اس شدید جاہلیت کے ایسے آثار پیدا ہوگئے جو زمانہ جاہلیت میں بھی موجود نہ تھے پھر غور سے اس بات کو بھی ڈھونڈھو کہ اس تعلیم نبوی کا زوال تدریجی ہوا یا دفعتاً پھر اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی جانچتے جاؤ کہ کس چیز نے اُن کی پہلی تعلیم اور شائستگی میں فرق ڈال دیا یہاں تک کہ یہ سواد جہل بڑھتے بڑھتے فوج شام کی صورت میں نظر آنے لگا۔

جو واقعات کربلا میں گزرے اور اجماعی حیثیت سے شیعہ اور سنی اور تمام اہل اسلام میں یقینی مانے جاتے ہیں، ان سے چند باتیں یقینی پیدا ہوتی ہیں جن کا انکار ہو نہیں سکتا:

(۱) مسلمانوں میں طمع دنیا انتہا سے زائد پیدا ہوگئی تھی۔

(۲) بدی اور شر کا رواج اس قدر پیدا ہوگیا تھا کہ بری باتوں کے علانیہ برتنے میں کوئی ننگ و عار نہ سمجھتے تھے۔

(۳) قرآن اور احادیث فراموشی باوصف قرب عہد اس

قدر ہوئی تھی کہ بالخصوص قرآن وسنت نبیؐ جو قطعیات میں سے تھے ان کی مخالفت میں جہر کیا جاتا تھا۔

(۴) بے رحمی اور قساوت کی وہ حد تھی کہ دنیا کی بے دین سے بے دین قوم میں اس کی نظیر ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتی۔

(۵) مکارم اخلاق جو زمانہ جاہلیت کے عرب تھے قبل رواج تعلیم بہت اچھی طرح برت چکے تھے وہ بھی اس اسلامی زمانہ میں گم ہو گیا تھا چہ جائیکہ اس میں اسلامی اضافہ ہوتا۔

(۶) رسولؐ کی وقعت اور اس کا الٰہی اقتدار مسلمانوں کے دلوں میں فقط کم ہی نہیں ہوا تھا بلکہ وہ اس طرح گم ہو گیا تھا کہ اس کے پلٹنے کی امید نہ تھی۔

(۷) جو طرز عمل مسلمانوں سے ظاہر ہوا اس سے یقین ہوتا ہے کہ خدا کے وعدہ و وعید، ثواب و عقاب کوئی چیز ان میں سے ان کے نزدیک قابل اعتنا نہ تھی۔ (یہ باتیں کیوں ہوئیں؟ اور کیوں کر پیدا ہو گئیں؟ تاریخوں سے پوچھو اور جس طرح آج کل کے واقعات کا پتا ان کے اسباب اور مقدمات ڈھونڈھ کر لگاتے ہو اسی طرح اس کا بھی پتا لگاؤ۔)

جن واقعات سے اتنی باتیں مستنبط ہوتی ہوں، وہ واقعات مختصر نہ ہوں گے بلکہ وہ پے در پے افعال اسی قسم کے صادر ہوئے ہوں گے جن سے اس قسم کی عادت کا استفادہ ممکن ہوگا کیونکہ عادت ایک مرتبہ کسی فعل کے کرنے سے نہیں پیدا ہوتی اور یہ اس واقعہ کے طویل ہونے کی دلیل ہے۔

فرض کرو کہ بے رحمی اور قساوت جس کا ہم نے پتا دیا اور جس کا استنباط عموماً اہل نظر کو اسلامیوں کے فعل سے ہوا وہ کن کن باتوں سے معلوم ہوئی؟ یہاں تک کہ عادت ہو جانے کا حکم کیا جانے لگا۔ ضرور وہ ایسے لگاتار واقعات ہوں گے جن پر نظر کرنے سے اس کے عادی ہونے کا علم حاصل ہو گیا ہوگا۔ یوہیں اور باتوں کو بھی سمجھو!

آسمان کا انقلاب:

یہ عظیم واقعہ جس دن پیش آیا اس دن اس کے آثار آسمان پر اس تفصیل سے مرتب ہوئے:

(۱) ایک مرتبہ ایک ناگہانی ظلمت، گھٹا ٹوپ اٹھ کر عالم پر چھا گئی یہاں تک کہ لوگوں کو قیامت کے آجانے کا دھوکا ہوا اور ستارے آسمان پر دکھائی دینے لگے۔

(۲) آفتاب میں گہن لگ گیا اور وہ برابر کئی دن تک سرخ رہا۔

(۳) آسمان [1] بالکل خونی چادر اوڑھے ہوئے دکھائی دیتا تھا۔

(۴) آسمان [2] سے خون برسا یہاں تک کہ فوج شام میں جو ظروف تھے وہ خون سے مملو ہو گئے تھے۔

(۵) شفق [3] پہلے سے نہ تھی روز قتل حسینؑ سے پیدا ہو گئی۔

زمین کا انقلاب:

(۱) بیت المقدس [4] میں ہر پتھر کے نیچے تازہ خون جوش مارتا ہوا نظر آتا تھا،

(۲) دیواریں خون سے رنگی ہوئی دکھلائی دیں،

(۳) تین دن [5] تک زمین پر سیاہی چھائی رہی،

(۴) خاک شفا [6] جو رسولؐ کے پاس بذریعۂ ملک آئی تھی اور اس کو رسولؐ نے ام سلمہؓ سے امانتاً شناخت قتل کے لئے رکھوائی تھی، شیشہ میں خون ہو کر ابلنے لگی۔

ارواح کا تغیر:

ام سلمہؓ کو خواب میں رسولؐ خدا اس طرح نظر آئے کہ ریش مبارک اور سر اقدس پر خاک پڑی ہوئی تھی۔ ام سلمہؓ نے پوچھا کہ یہ آپ کس حال میں ہیں؟ کہا: حسینؑ کی قتل گاہ میں موجود تھا۔

یوں ہی ابن عباس نے دیکھا ٹھیک عاشورہ کی دوپہر تھی کہ رسولؐ خدا خاک میں اٹے ہوئے، ہاتھ میں ایک شیشہ لئے

---

(۱) دیکھو خطوط مقریزی (۲) دیکھو کتاب نورالابصار مطبوعہ مصر، ص ۱۲۰ نمبر ۳ (۳) سبط ابن جوزی، ۱۲ (۴) دیکھو روایت زہری، نورالابصار، ۱۲ (۵) نورالابصار، ص ۱۲۰ (۶) دیکھو کتاب ینابیع المودۃ، ص ۳۱۹ مطبوعہ استنبول (۷) ینابیع المودۃ، ص ۳۲۲

ہوئے تھے جس میں خون جمع کیا ہوا تھا۔ ابن عباسؓ نے پوچھا: خون کیسا ہے؟ کہا: حسینؑ اور ان کے اصحاب کا خون ہے۔ اس خواب کے بعد ابن عباسؓ کو تردد رہا کیا یہاں تک کہ قتل حسینؑ کی خبر آئی اور وہی خواب کا دن روز شہادت ثابت ہوا۔

بنی جان میں ماتم:

ام سلمہؓ نے جنوں کا ماتم سنا جو حسینؑ پر رو رہے تھے جس سے وہ اس قدر روئیں کہ غش طاری ہوگیا۔ انہوں نے حکایت فرمائی ہے کہ رسولؐ اللہ کے انتقال کے بعد پھر شب قتل حسینؑ نوحہ جن سنائی دئے وہ اشعار ان کو یاد تھے جو کتب تواریخ میں منقول ہیں، اور وہ مختلف نوحہ کرنیوالوں کی صدائیں تھیں۔

میرے خیال میں امام حسینؑ کے مرثیوں کی ابتدا قوم جن نے کی۔ کیونکہ انسان صورت لوگوں میں خوشی اور سرور کا عالم تھا۔

نوحۂ جن بروایت ام سلمہؑ:

أيها القاتلون جهلا حسيناً
فابشروا بالعذاب والتنكيل

جہالت سے حسینؑ کے قتل کرنے والو! تمہیں عذاب خدا مبارک ہو۔

قد لعنتم على لسان بن داؤد
و موسىٰ وحامل الانجيل

تم پر داؤدؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ نے لعنت کی ہے۔

ایک دوسرے جن کی پر درد آواز:

مسح النبی جبینه فله بريق فی الخدود
ابواه من عليا قريش وجده خير الجدود

ایک تیسرے جن کی فریاد:

ایکیٰ حسینٌ هبلا
کان الحسین جبلا

ایک چوتھی آواز:

الايا عين فاحتفلي بجهد
فمن يبكی على الشهداء بعدي
على رهط تقودهم المنايا
الى متجبرٍ في الملک وغد

کائنات میں تغیر:

آسمان کی روئی ہوئی خون کی بوندیں جب تک کپڑے باقی رہے باقی رہیں۔ چھ مہینے تک آسمان کے کنارے سرخ رہے، کوٹھریوں اور دیواروں پر کوفہ وشام وخراسان میں خون کی بارش رہی۔ جس وقت سر مبارک ابن زیاد کے مکان پر پہنچا تو دارالامارۃ کوفہ کی دیواریں خون سے بہنے لگیں۔ ابن جوزی نے آسمان کی سرخی کی توجیہ بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ جب ہمیں غصہ آتا ہے تو سرخی چہرے پر آجاتی ہے اور خدا چہرے سے منزہ ہے اس لئے اس نے آسمان کے کناروں کو سرخ کر کے اس جرم عظیم پر اپنا غضب ظاہر کیا۔ مسور جو لشکر گاہ اہل شام میں تھی دفعتاً راکھ ہوگئی۔ اور رنگنے کا ورس (ایک قسم کی گھاس ہے جس سے کپڑا رنگا جاتا ہے) خاک ہوگیا۔ شام والوں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹ ذبح کیا تھا جس کا گوشت قیر کی طرح تاریک تھا، جب پکایا گیا تو ایلوے کی طرح کڑوا تھا۔ ستارے باہم ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے تھے (پہاڑوں کا ٹکرانا ان سے کہیں کم ہے)۔ اب اس واقعہ کی نظیر عالم میں ڈھونڈھئے اور دیکھئے کہ جن چیزوں پر اس واقعہ نے اثر ڈالا کسی اور واقعہ نے بھی ان میں تاثیر کی ہے یا نہیں۔ اگر نہ کی ہو تو تسلیم کرنا چاہئے کہ یہ واقعہ اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ رسولؐ اللہ کو اس واقعہ کے اظہار میں خاص اہتمام تھا۔ متعدد مرتبہ آپ کا رونا اور نیز اہل بیت رسولؐ کا رونا واقعہ کے قبل کی تاریخوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ حالانکہ بعد اور قبل میں فرق ہے۔ پھر نہ معلوم اس ماتم میں رونا سنت میں کیوں داخل نہیں۔

ایک قابل غور بات:

دنیا وہ خوابگاہ ہے جس میں سوائے حجت و دلیل کوئی اور شئے شاہراہ پر لگانے والی نہیں، عام اس سے کہ وہ دلیل عقلی ہو یا دلیل نقلی اس امتحان گاہ میں مرنے کے قبل کسی شخص کو یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ میں اہل جنت سے ہوں یا اہل دوزخ سے۔ البتہ اگر یہ

معلوم ہوسکتا ہے تو انہیں دلیلوں کی حجت سے جو حقیقت مسلک یا بطلان مسلک پر دال ہیں اور کوئی طریقہ اس کے جاننے کے لئے دنیا میں نہیں۔ خدا کی ستاری اس حد پر ہے کہ دنیا میں مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں مگر ہر ایک کو یہی خیال ہے کہ بہشت میرا ہی مقام ہے اور میں ہی شاہراہ حق پر ہوں۔ خدا کی طرف سے ایک کا حال دوسرے پر نہیں ظاہر کیا جاتا اور مصلحت بھی ظاہر نہ کرنے میں ہے۔ علاوہ لاتعداد مصلحتوں کے ایک عظیم مصلحت یہ بھی ہے کہ امتحانی مرحلہ میں جانچنے کا فائدہ جاتا رہے گا کیونکہ آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد پھر کیا عذر ہوسکتا ہے؟ یہی حالت برابر قائم ہے لیکن یہ کلیہ اس جلیل واقعہ میں ٹوٹ گیا اور اس فوج کا حال دنیا کو معلوم ہوگیا اور ان کے فعل پر سے پردہ اُٹھا دیا گیا تاکہ عالم والوں کو حقیقت حسینؑ اور باطل پرستی کے مقابل میں شک نہ رہے یہ ضرور ہوا ہے کہ حق کے مقابلہ میں باطل والے لوگ فنا کردئے گئے اور ان پر طرح طرح کے عذاب نازل ہوئے جس طرح قوم ہودؑ، قوم نوحؑ، قوم عاد و قوم صالحؑ، مگر یہ نہیں ہوا کہ ان کو باقی رکھ کر عالم کی نظروں میں ذلیل اور اپنے فعل پر حسرت کا موقع دیا گیا ہو۔ یہ شدید عذاب دنیا میں قاتلان فرزند رسولؐ کے لئے خاص ہے وہ فنا نہ کئے گئے اور زندگی میں ان کے جہنمی ہونے کی اطلاع دے دی گئی۔

راہ میں قلم حدید کی تحریر:

شامی وکوفی فوج جب قافلہ سالار آل محمدؐ کا فرق مطہر لے کر اسلام پر دھبہ لگانے والے سلطان کو خوش کرنے کے لئے کربلا سے پلٹ رہی تھی تو منزل اول پر اتر کر نبیذ نوشی میں مشغول تھی کہ ایک لوہے کا قلم ایک دیوار شق کر کے نکلا اور اس نے خون سے یہ شعر دیوار پر رقم کیا:

اترجوا امة قتلت حسينا
شفاعة جده يوم الحساب

بے ہاتھ کے چلتے ہوئے قلم نے ہاتھ پیروں میں رعشے ڈال دیئے سر مطہر کو چھوڑ کر بھاگ گئے، پھر اس کے غائب ہوجانے پر پلٹ آئے۔

ابن زیاد بدنہاد کا انجام:

جب اس شقی کا اور اس کے ساتھیوں کے سر مسجد میں لاکر چنے گئے ہیں، لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی، راوی حدیث بھی لوگوں کی صفوں کو چیرتا ہوا تماشائیوں میں داخل ہوا، سنا کہ لوگ کہہ رہے ہیں ''وہ آیا، وہ آیا''۔ مڑکر جو دیکھا تو ایک سانپ اور سروں کے درمیان میں سے گذرتا ہوا آرہا تھا۔ وہ سانپ آکر ابن زیاد کی ناک کے ایک نتھنے میں گھس گیا تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر نکل آیا اور چلا گیا۔ پھر آیا اور پھر ایسا ہی کیا دو یا تین مرتبہ اس مجمع کے سامنے یہ عجیب واقعہ پیش آیا جس سے تمام لوگوں کو انجام کار معلوم ہوگیا۔

ایک غیبی نوشتہ:

واقعہ کے بعد یہ سیاہ روفوج منزل بمنزل شام کا سفر کررہی تھی اور سر مبارک فرزند رسولؐ ساتھ ساتھ، جب کسی منزل پر اتر کر فروکش ہوتے تھے تو سر مطہر کو نیزے پر نصب کرتے تھے اور اس کے گرد پہرہ قائم کرتے تھے۔ ایک منزل میں ایک راہب نے اس سر کی زیارت کی۔ ان ملعونوں سے سر کا حال دریافت کیا، معلوم ہوا کہ عرب کے رسولؐ کے نواسے کا سر ہے۔ اس نے کہا ''تمہاری قوم کیا بری قوم ہے! اپنے پیغمبر کی ذریت کے ساتھ یہ سلوک! دس ہزار اشرفیاں مجھ سے لے لو اور اس سر کو آج کی رات میرے پاس رہنے دو۔'' یہ دین فروش قوم راضی ہوگئی۔ اس نے اس پاکیزہ سر کو لے کر دھویا (غالباً خاک وخون میں چھپا ہوا تھا) اور اس کو خوشبو سے معطر کیا اور اپنے زانو پر رکھ کر صبح تک روتا رہا۔ پھر اسلام لایا کیونکہ اس کو ایک درخشندہ نور نظر آیا جس کی لو سر مبارک سے اٹھتی تھی اور آسمان سے متصل ہوجاتی تھی۔

پھر اس نے دیر کو چھوڑ کر اہلبیتؑ کی خدمت کرنی شروع کی اور فوج والوں نے ان دس ہزار اشرفیوں کو جو راہب سے سر کے عوض لے چکے تھے، دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ خزف ہوگئی ہیں۔ ان خاک شدہ اشرفیوں کے ایک جانب یہ آیت تحریر تھی: **ولا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظالمون** (خدا کو ظالموں

کے افعال سے غافل نہ سمجھو) دوسری طرف قلم قدرت نے یہ ٹھپا ڈالا تھا: وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (عنقریب ظالموں کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس کروٹ منقلب ہوتے ہیں)۔

اسلام پر اس واقعہ کا اثر:

یہ بات قابل انکار نہیں کہ جہاں کسی مذہب کی عظمت اس کے فروع واصول کی عمدگی اور استحکام کی جہت سے ہوتی ہے، وہاں اس کی عظمت میں رسولؐ کی عظمت بھی مؤثر ہے جس نے اس مذہب کی تبلیغ کی ہے۔ اگر اس رسولؐ کی ہتک یا ذلت گوارا کی جائے گی تو اس کے احکام کی عزت بھی برباد ہوجائے گی اور احکام کی سبکی کے بعد پھر اس دین ومذہب کا کوئی نام ونشان نہیں رہ سکتا۔ رسولؐ کی جو ہتک کی گئی اس سے زائد کسی مجرم کی ہتک نہیں کی جاسکتی۔ پھر اسلام کی ہتک میں کیا شک ہوسکتا ہے؟ قرآن کی یہ آیت قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْراً الا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُربیٰ (کہہ دے اے رسولؐ کہ میں تم سے اپنی تبلیغ رسالت پر کوئی اجر نہیں چاہتا مگر اتنا ہے کہ تم میرے صاحبان قرابت سے محبت کرو) کئی ہزار مسلمانوں کے سامنے ذبح کر ڈالے گئے اور کسی نے انکار نہ کیا۔ کیا اس سے یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ وہ مسلمان بادشاہی حکم کے سامنے خدا و رسولؐ ان لوگوں کے نزدیک معاذاللہ کوئی چیز نہ تھے۔ کس قدر برے وہ سلسلے ہوں گے جنہوں نے اپنی معرفت یزید سے ہادم اسلام تک عنان خلافت پہنچادی۔

اسلام کی سبکی:

قیصر روم کا فرستادہ اس وقت یزید کے ظلم بار دربار میں موجود تھا، جب پروردۂ آغوش رسولؐ کا سر ہدیہ میں پیش کیا گیا۔ ہے اس نے یزید سے تعجب کی حالت میں کہا کہ بعض جزائر میں ہمارا مذہبی ایک دیر ہے، اس میں خرِ جناب عیسیٰ صلوات اللہ علیہ کا سُم رکھا ہوا ہے، ہم ہر سال اس دیر کا طواف کرتے ہیں اور بڑے بڑے دور و دراز مقامات سے وہاں کا سفر کرتے ہیں اور وہاں نذریں کرتے ہیں اور ہم اس دیر کی ویسی ہی تعظیم کرتے ہیں جیسی تم اپنے کعبہ کی تعظیم وتوقیر کرتے ہو، اس لئے میں شہادت دیتا ہوں کہ تمہارا مذہب باطل ہے۔

دیکھو ایک زمانہ وہ تھا کہ اسلامیوں کی پاک زندگی اور قابل غبطہ اخلاق غیر مذہب والوں پر اپنا اثر ڈال کر ان کو اسلام کی جانب کھینچتے تھے اور ان کے افعال وعادات میں حقیقت کے جلوے نظر آتے تھے۔ اس واقعہ سے وہ ناگوار منظر اسلامیوں کی جانب سے پیش ہوا جس نے اسلامی اسلاف کے طرز عمل اور پاک معاشرت پر یہاں تک خاک ڈالی کہ وہ فرستادہ قیصر بطلان مذہب اسلامی پر اس واقعہ سے استدلال کر رہا ہے۔

رسول کے متعلق خیالات:

اس وقت جب شمر معلون رکن ایمان کے ڈھادینے کا ارادہ کر رہا تھا تو امام کے سوالات اس سے یہ تھے "تو کون ہے جو اس صعب مقام پر چڑھ کر بیٹھا ہے؟" وہ بدنہاد جواب دیتا ہے کہ وہ ملعون شمر بن ذی الجوش ضبابی ہے۔

امامؑ: شمر مجھے پہچانتا ہے کہ میں کون ہوں؟

ملعون: ہاں وہ شخص پہچانتا کیوں نہیں ہے؟ آپ حسینؑ ہیں۔ آپ کے باپ علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ آپ کے نانا رسولؐ خدا ہیں۔ آپ کی ماں فاطمہؑ زہرا ہیں۔ آپ کے بھائی حسنؑ ہیں۔

امام علیہ السلام: جب تجھے یہ معلوم ہے تو تو مجھے کیوں قتل کرتا ہے؟

ملعون: اس لئے کہ یزید اس شخص کو انعام دے۔

امام علیہ الصلاۃ والسلام: یزید کا انعام اچھا یا میرے نانا کی شفاعت اچھی؟

ملعون: یزید کا ایک دانگ انعام تمہارے نانا کی شفاعت سے مجھے بہت زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

دیکھو امام نے اپنے آخر وقت میں کیوں کر حجت تمام کی اور پھر دیکھو کہ اسلام شمر کے دل میں کتنا اثر رکھتا تھا اور یہ بھی لحاظ رکھو کہ یہ اس فوج میں سے ایک شخص تھا اور اس پر بھی غور کرو کہ اس سلطنت میں ایسے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا تھا اور

اس سلطنت کے تربیت یافتہ اسلام اور صاحب اسلام کے متعلق کیا خیالات رکھتے تھے۔

رسول کے متعلق یزید کے خیالات

حرم محترم کی اسیری اور سرہائے شہدا کو دیکھ کر یہ اسلام کش بادشاہ اپنے بھرے ہوئے دربار میں خوش ہوتا ہے اور سرور میں یہ اشعار پڑھتا ہے جو رسولؐ کے طرفداروں کے لئے سخت دلخراش ہیں:

لیت اشیاخی ببدر شهدوا
وقعة الخزرج من وقع الاسل
لاهلّوا واستهلو فرحاً
ثم قالو یا یزید لاتشل
قدقتلنا القوم من ساداتهم
وعدلناه ببدر فاعتدل
لست من خندف لم انتقم
من بنی احمد ماکان فعل

عبرت

ایک شخص اپنے نبیؐ کے نواسے کو قتل کرتا ہے نواسا بھی وہ جسے کاندھے پر چڑھائے چڑھائے پھرتے ہوں، جس کے لئے سردار جوانان بہشت کا خطاب ایسا مشہور ہو، جسے تمام اہل قبلہ تسلیم کرتے ہوں، جس کی گواہی مباہلہ میں رسالت پر خدا نے دلوائی ہو، جو آیۂ تطہیر کا منزل ہو، جس کی تعبیر ابنائنا و ابنائکم سے خدا نے کی ہو، اس کا گھر تباہ کیا ہو، اس کی توہین اور آبروریزی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہو، رسولؐ کی ہتک کی ہو، خدا کے قرآن کے احکام اور آیات کو یوں مٹایا ہو، اس کے متعلق اسلام والوں سے لوگ سوال کریں کہ ایسے شخص پر لعنت کرنا چاہئے یا نہیں اور اسلامی علماء ایسے بھی بعض نکلیں جو ایسے شخص پر لعنت کرنے میں تامل کریں۔

البتہ صالح بن احمد بن حنبلؒ نے جب احمد بن حنبلؒ سے کہا ہے کہ کچھ لوگ ہمیں طرفداران یزید میں سے شمار کرتے ہیں کیا ایسا ہی ہے؟ اس وقت احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ بیٹا کوئی دیندار اور مومن یزید کو دوست رکھ سکتا ہے اور کیوں اس شخص پر لعنت نہ کی جائے جس پر خدا نے لعنت کی ہو۔ صالح نے پوچھا کہ کس آیت میں لعنت کی ہے؟ احمد نے کہا کہ اس قول میں **وهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الأرض وتقطعوا أرحامكم اولئک الذین لعنهم فاصمهم واعمی ابصارهم۔**

اور جن لوگوں نے یزید پر لعنت کرنے کی اجازت دی ہے ان کا تمسک رسولؐ اللہ کی اس حدیث سے ہے "**من أخاف اهل المدینة ظلما اخافه الله وعلیه لعنه الله والملئكة والناس اجمعین**" چونکہ یزید نے واقعہ حرہ میں ایک بڑی فوج بھیجی تھی اور اس نے اہل مدینہ کو ڈرا لیا تھا اور ڈرانے والا بحدیث رسالتمآبؐ ملعون ہے اس لئے یزید مستحق لعن ہے۔

مجھے ان استدلالوں کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن اتنا کہنا لازم سمجھتا ہوں کہ کوئی استدلال ایسا نہیں جس میں حسینؑ مظلوم کی ذاتی حیثیت کو تجویز لعن میں دخل ہو ایک استدلال میں جو احمد بن حنبل نے کیا، ان میں موجب لعن قطع رحم ہے۔ دوسرے استدلال میں اہل مدینہ کا ڈرانا موجب عقاب ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قتل فرزند رسولؐ کوئی چیز نہ تھا تاکہ وہ سبب لعن ہوتا۔

کیا قرآن مجید میں سورہ احزاب نہیں اور سورہ احزاب میں یہ آیت نہیں **إن الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة واعدلهم عذابا مهینا** کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حسینؑ کے قتل سے رسول اللہ کو ایذا نہیں ہوئی اگر نہیں ہوئی تو کسی کے نانا سے اس کے باکمال نواسے کے قتل کا حال پوچھو اور نیز ام سلمہؓ کا خواب جو صحاح میں مندرج ہے اسے دیکھو اور اگر ایذائے رسولؐ ہے تو خدا لعنت کا حکم دیتا ہے لہٰذا شک اور اختلاف نہ ہونا چاہئے۔

درحقیقت اس کی لعن میں اختلاف پیدا کر دینے سے اتنی ہی غرض ہو سکتی ہے کہ واقعۂ کربلا کی وقعت نگاہوں سے ساقط

ہوجائے لیکن رسولؐ اللہ کا غم ایسا نہیں جو بالا بالا جائے۔ جب واقعہ حرہ ہولیا تب وہ مستحق لعن ہوا ورنہ مستحق لعن نہ تھا۔ کس قدر رسولؐ اللہ کی جنبہ داری سے کنارہ کشی ہے؟ امت کے لئے بالکل یہ نازیبا امر ہے کہ نبیؐ کے مقابلہ میں اموی خاندان کی پچ کی جائے۔ کاش حسینؑ کو اہل مدینہ سے سمجھ کر اسی حدیث سے واقعۂ کربلا کے متعلق استدلال کیا جاتا لیکن نیت قوم چھپ نہیں سکتی۔

اس واقعہ کے جھوٹا کرنے کی کوشش آج کوئی نئی بات نہیں جس سے جس طرح بھی ممکن ہوا اس نے اپنی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ مجھے ان لوگوں کی سخت دلی سے سخت تعجب ہے جو کسی مظلوم کی مظلومیت کو دیکھ کر منھ پھیر لیں اور اس کی دردناک آواز کو خیالی آواز سمجھتے ہوں، چہ جائیکہ وہ مظلوم انہیں کے نبیؐ کا نواسہ ہو۔

امام غزالی نے بھی فتویٰ دے دیا کہ واعظوں پر ذکر حسینؑ حرام ہے کیونکہ اس ذکر سے صحابہ کرام کے برخلاف ہیجان ہوتا ہے۔ میری رائے میں حرمت کی یہ تعلیل جو انہوں نے بیان فرمائی یہ حرمت کو اچھی طرح نہیں کھولتی بلکہ اس میں خودغرضی کی بو آتی ہے۔ اگر صحابہ کرام کو اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں تو ہر بافہم سمجھ سکتا ہے کہ ان کی برخلاف طبائع میں ہیجان ہونے کی کیا وجہ ہے اور اگر کوئی تعلق ہے تو دنیا میں اگر زبان روکی جائے گی تو حشر کے میدان میں کوئی رعایت نہیں ہوسکتی۔

امام غزالی کا بھی کھلا ہوا یہ مطلب ہے کہ اس مظلوم پر کوئی رحم نہ کرے۔ امام مظلوم کی مصیبتیں صرف کربلا ہی تک محدود نہیں رہیں بلکہ امت محمدیؐ سے جہاں تک ممکن ہوسکا کوتاہی نہیں کی گئی۔

عبرت بالائے عبرت:

ابھی تک تو یہی شکایت تھی کہ اس طرح کا استدلال کیا گیا جس میں امام حسین علیہ السلام کی کوئی شان نظر نہیں آتی لیکن اب ابن الصلاح کے قول کی ہم کیا شکایت کریں جس کو ابن حجر عسقلانی اپنے بڑے بڑے فقہا و محدثین میں شمار کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں ''یزید کی مذمت اور اس پر لعن کرنا مومنین کی شان سے نہیں بلکہ اگر چہ یہ بات صحیح ہو کہ یزید ہی نے امام حسینؑ کو قتل کیا ہو یا ان کے قتل کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ حدیث محفوظ میں یہ امر وارد ہوا ہے کہ مسلم پر لعن کرنا ویسا ہی ہے جیسا اس کا قتل کرنا ہے۔ اور قاتل حسینؑ اس قتل کی جہت سے کافر نہیں کہا جاسکتا اگر چہ گناہ عظیم کا مرتکب ہوا ہو لیکن کسی نبیؐ کا قاتل البتہ کافر کہا جاسکتا ہے''۔

امام غزالی کا ارشاد ہے کہ ''یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں اور نہ اس کو کافر کہنا چاہئے کیونکہ وہ مومنین میں سے تھا''۔

ان بیانوں کو دیکھ کر منصف مزاج آدمی جان سکتا ہے کہ علمائے اسلام میں کہاں تک شان اسلام باقی رہ گئی اور کیا رسولؐ اللہ کی محبت کے دعوے سچے کہے جاسکتے ہیں؟ قطع نظر احادیث کے ہم نے سورۂ احزاب والی آیت پیش کر کے وجہ استدلال کی جانب اشارہ کر دیا ہے جس سے یزید اور طرفداران یزید کے متعلق فیصلہ ہوسکتا ہے۔

بنی امیہ کا بادشاہ عمر بن عبدالعزیز اگر چہ خاندان بنی امیہ ہی میں سے تھا مگر رسولؐ کی پاسداری ان علماء سے زیادہ اس کے مدنظر تھی ایک دن اس کے سامنے کسی نے یزید کو امیر المومنین کہا تھا جس کے لئے اس نے تیس کوڑوں کا حکم دیا اور کہا کہ ایسا شخص امیر المومنین کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

رسولؐ اللہ نے اور امیر المومنینؑ نے خبر واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام متعدد مرتبہ دی اور اصحاب نے اس کی روائتیں کیں اور خود بھی بہت روئے ہیں اور اکثر اور لوگوں پر بھی اس کا اثر ہوا ہے جو بحمد اللہ کتب اہلسنت میں موجود ہیں لیکن امام غزالی اپنے حکم کے نافذ کرنے سے معذور ہیں کیونکہ نبیؐ کا عہد ان محققین سے پہلے گذر چکا۔

واقعہ کربلا کے نتائج:

اس عظیم واقعہ کے نتائج بھی بڑے بُرے ثابت ہوئے۔ کچھ نتیجے امامؑ کی شہادت سے متعلق ہیں اور کچھ نتیجے ایسے ہیں جو صرف یزید کی فوج کشی اور بے احترامی اہلبیتؑ رسول سے متعلق ہیں۔ ہم ان نتائج کو اعتبار کے لئے الگ الگ

پیش کرتے ہیں۔

پہلے اُن نتائج پر نظر کرنی چاہئے جو یزیدی فوج سے اور ان کے سخت اور غیر متناہی مظالم سے پیدا ہوئے۔

واقعہ حرہ:

جو خود بھی ایک عظیم واقعہ ہے۔ وہ کربلائی مظالم کی ایک فرع ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جرم عظیم کے ارتکاب کے بعد اور پھران جرائم پر انعام پانے کے بعد جرائتیں اور زیادہ ہوگئیں اور یزید نے خیام حسینی تاراج کر کے حرم خدا و رسولؐ کی طرف اپنا لشکر بڑھایا۔ یہی کلمہ پڑھنے والے جن کا نام مسلمان رکھا جاتا ہے مکہ و مدینہ کی غارت گری پر آمادہ ہوگئے اور مسلم بن عقبہ سا مسرف و مجرم سرکردۂ لشکر بن کر مدینہ پر آ گرا۔

تین دن برابر مدینہ لشکر والوں کے لئے مباح رہا۔ ایک ہزار عورتوں سے زیادہ تعداد نے حرامی بچے پیدا کئے۔ اس کا نام نتنہ (بدبودار) رکھا، حالانکہ رسولؐ اللہ نے اس کا نام طیبہ رکھا تھا۔ انصار اور قریش اور صحابہ رسولؐ اللہ میں سے جو لوگ قتل کئے گئے ان کی تعداد مؤرخین نے سترہ سو (۱۷۰۰) تحریر کی ہے اور مجموعی مقتولین مدینہ کا شمار چار ہزار سے زیادہ لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد یزید کی بیعت یوں کی گئی کہ لوگوں نے یزید کو اپنا مولا اور اپنے نفوس کو غلاموں میں شمار کیا۔

مسجد نبوی میں گھوڑوں کی لید دکھائی دیتی تھی۔ وہ ایک اچھی خاصی اصطبل بنادی گئی تھی۔

ظلم کی انتہا:

ابن قتیبہ محدث نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں اس ظالم فوج کے ایک فرد کے متعلق ایک دل خراش حکایت درج کی ہے جس سے عالم مدتوں بیخودی کے عالم میں رہ سکتا ہے۔ ایک شخص اسی غارتگری کے عالم میں ایک مرد انصاری کی زوجہ کے پاس جا پہنچا جو نفاس میں مبتلا تھی (اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ کس قدر کمسن وہ بچہ تھا جس کی ماں ابھی نفاس میں تھی) اس شامی نے اس عورت سے کہا کہ تیرے پاس کچھ مال ہے عورت نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ جو کچھ تھا فوج نے پہلے ہی لوٹ لیا۔ اب کچھ باقی نہیں۔ اس شامی نے کہا کہ مال نکالتی ہے تو جلدی سے نکال دے ورنہ میں تجھے اور اس تیرے بچہ کو قتل کر ڈالوں گا۔ عورت نے کہا کہ تجھے کچھ رحم نہیں آتا یہ ابوکبشہ انصاری کا بچہ ہے جو رسولؐ اللہ کے اصحابؓ میں داخل ہیں اور میں رسول اللہؐ سے بیعت کر چکی ہوں، تو خدا سے خوف کر۔

اس کے بعد عورت کی مایوسی کے کلمات اپنے بچہ سے مخاطب ہوکر یہ تھے ''اے میرے پیارے بیٹے اگر تیری ماں کے پاس کچھ بھی مال ہوتا تو وہ تجھے فدیہ دے کر بچا لیتی مگر افسوس ہے کہ تیری ماں بالکل نادار ہے۔'' شامی نے بچے کی ٹانگ پکڑ کر کھینچی حالانکہ وہ بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا۔ اس کو کھینچ کر دیوار پر اس زور سے مارا کہ اس کا دماغ منتشر ہوگیا اور زمین پر بکھر گیا۔ جب اس گھر سے وہ شامی یہ بدعت کر کے نکلا تو نصف چہرہ اس کا بالکل سیاہ ہوگیا تھا۔

واقعۂ حرّہ کے لئے یزیدی جنرل جو تجویز کیا گیا تھا وہ بدترین روزگار اور زی اسلام میں ایک بدترین کافر تھا، اس شقی کا نام مسلم بن عقبہ تھا۔ یہ برائے نام مسلم، غارتگر مدینہ طیبہ و اہانت کنندہ حرم رسولؐ تھا۔ اس نے نہ مدینہ کا پاس کیا، نہ مزار اقدس نبوی کا احترام کیا، نہ مسجد نبوی کو قابل وقار سمجھا، نہ اصحاب نبی کی پاسداری کی۔ جو کچھ اس نے کیا وہ یزید ملعون کے احکام کی متابعت کی۔ حنظلہ غسیل الملائکہ کی نسل اس نے تہ تیغ کر دی اور عثمان بن عفان کے لڑکوں کی داڑھی ایک ایک بال کر کے نُچوا ڈالی اور تین دن مدینہ کی غارتگری کو اس نے مباح رکھا۔ مدینہ والوں کا جرم فقط یہی تھا کہ انہوں نے یزید کو خلیفہ نہیں تسلیم کیا تھا۔ عبدالملک بن مروان نے اس کو مدینہ کے محاصرہ کی تدبیر اور جنگ کرنے کے طریقے بتائے تھے۔ یہ وہی عبدالملک ہے جو حضرات اہلسنت کے نزدیک آئندہ زمانہ میں صف اولوا الامر میں داخل ہوکر خلیفہ کے معزز لقب سے ممتاز اور واجب الاطاعت قرار پایا۔

جب مدینہ اس مسرف کے ہاتھوں برباد وتاراج ہو چکا تو اس نے مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا کیونکہ وہ یزیدی احکام کا پابند تھا، لیکن جہنم جو اس کا منتظر تھا اس نے جذب کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ مرض جو اس پر مستولی ہو رہا تھا اس نے اس ملعون کو سمجھا دیا کہ مکہ تک جانے کی مہلت نہیں دی جاسکتی۔ تب اس نے حصین بن نمیر کو جسے یزید نے اپنے حکم سے اس کی نیابت دلوائی تھی یوں وصیت شروع کی:

''حصین! دیکھو، میں تم کو سمجھائے دیتا ہوں کہ جب تم مکہ میں پہنچنا تو جہاں تک ممکن ہو سکے ابن زبیر سے جنگ وقتال میں کوتاہی نہ کرنا اور دل میں اس خطرہ کو راہ نہ دینا کہ مکہ حرم خدا ہے اور میں اہل مکہ سے کیوں کر جنگ کروں بلکہ منجنیقوں کو نصب کر کے حملہ کرنا اور کعبہ کے برباد ہو جانے سے کوئی اندیشہ نہ کرنا کیوں کہ امیر کا حکم کعبہ سے اور تمام چیزوں سے زیادہ ہے۔'' ان کلمات کو کہہ کے یہ ایمان فروش مر گیا۔

اسلام یہ نمونے پیش کر کے دنیا میں کیوں کر بارور ہو سکتا ہے اور وہ اصول جن کی بنا پر یہ لوگ مسلمان کہے جاتے ہیں کیوں کر صحیح تسلیم کئے جاسکتے ہیں؟ کیا اس سے زائد کوئی کفر و زندقہ کا نشان دے سکتا ہے اور جو کچھ اس نے وصیت میں حصین سے کہا ہے وہ سب کی سب یزیدی تعلیم ہے۔ وہ تدریج جو ان واقعات میں پیدا ہوئی کیا ناظر بافہم نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کیوں کر پیدا ہوئی۔

معاملۂ جنگ مومنین سے شروع ہو کر امام تک پہنچا اور بعد ہتک حرمت رسول وقتل ذریت بتول اس قدر جرئتیں بڑھیں کہ رفتہ رفتہ حرم رسولؐ برباد کر دیا گیا اور اس جرأت سے جرأتوں کو اتنا نشوونما ہوا کہ حرم خدا تک پہنچیں اور اس وصیت کی نوبت آئی جو ناظرین کے سامنے پیش کی گئی۔

(دیکھو روضۃ الصفا، ج ۳ ص ۸۱)

مکہ کی بربادی:

آخر کار حصین فوج ضلالت لے کر مکہ تک پہنچ گیا۔ وقت وہ تھا کہ جب مدینے والے بھی مدینہ سے بھاگ کر عبداللہ بن زبیر کے پاس پناہ لے چکے تھے۔ اور مکہ والے بھی اس کی بیعت کر چکے تھے۔ جنگ شروع ہوئی اور حرم خدا میں حد سے زیادہ خونریزی ہوئی۔ چونکہ عبداللہ مسجد الحرام میں پناہ گزیں تھے، اس لئے کوہ ابوقبیس پر آلات سنگ باری نصب کر کے کعبہ و مسجد الحرام پر سنگ باری شروع کر دی اور یہ محاصرہ ابتدائے ماہ صفر سے لے کر آخر ربیع الاول تک برابر قائم رہا۔ تا اینکہ پنجم ماہ ربیع الاول (ربیع الآخر) ۶۴ھ روز سہ شنبہ کعبہ معظّمہ میں آگ لگا دی گئی اور وہ جل گیا۔ یہ تھا وہ نتیجہ جو کربلا میں خیام حسینی کے جلا دینے سے پیدا ہوا۔

یزید ومعاویہ کے گرد طواف کرنے والے کعبہ کی اتنی حقیقت سمجھتے تھے جہاں تک اسے انہوں نے پہنچا دیا اور اب بھی ان کو یزید پر لعنت کرنے میں تامل ہے جس سے ان کا ایمان اور اسلام کا پوست کندہ حال معلوم ہو سکتا ہے اور یہ یزید کی بالاستقلال کارگزاری نہ تھی بلکہ یہ معاویہ کی وصیتیں تھیں جو یکے بعد دیگرے تعمیل ہوئیں۔

کتاب عقد فرید ص ۲۲۱ جلد دوم مطبوعہ مصنفہ علامہ احمد بن عبد ربہ میں ہے۔

''**ابو الیقظان قال لما حضرت معویة الوفاة دعا یزید فقال له ان لک من اهل المدینة یوما فإذا فعلوا فارمهم بمسلم بن عقبة فانه رجل قد عرفنا نصیحته۔**''

ابوالیقظان راوی ہے وہ کہتا ہے کہ جب معاویہ کے مرنے کا وقت قریب ہوا تو اس نے یزید کو بلایا اور کہا کہ تمہیں ایک دن مدینہ والوں سے جنگ کرنا ہوگی جب ایسا ہو تو دیکھو ایسے موقع پر مسلم بن عقبہ سے کام لینا کیونکہ ہمیں اس کا اخلاص معلوم ہے اور ہم اسے پہچان چکے ہیں''۔

اس عبارت سے بڑے بڑے پتے ملتے ہیں اور قلبی باتوں کا راز طشت از بام ہو جاتا ہے۔

مدینہ والوں کے سر اور دربار یزید:

عقد فرید میں ہے وبعث مسلم بن عقبة برؤس اهل المدينة الى يزيد فلما القيت بين يديه جعل يتمثّل بقول ابن الزبعري يوم احد۔

ليت اشباحي ببدر شهدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل
لاهلوا واستهلوا فرحا
ولقالوا ليزيد لاتشل

فقال له رجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ارتدّدت عن الإسلام يا اميرالمؤمنين قال بلیٰ نستغفر الله قال والله لاساكنتك ارضا ابداًو خرج عنه۔

یعنی جب مسلم بن عقبہ نے یزید کے پاس مدینہ والوں کے سر بھیجے تو وہ اس کے آگے ڈال دئے گئے، تب اس نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے جس کا محصل ترجمہ یہ ہے: کاش میرے بزرگ جو بدر میں تھے وہ اس وقت موجود ہوتے جب قبیلہ خزرج نیزوں سے مجروح ہو رہا تھا۔ اگر وہ آج موجود ہوتے تو بہت خوش ہوتے اور کہتے کہ یزید تیرا ہاتھ نہ شل ہو کہ تو نے ایسا نمایاں کام کیا۔

جب یزید نے یہ اشعار پڑھے تو ایک صحابی رسولؐ نے اٹھ کر کہا کہ اے یزید تو اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گیا۔ یزید نے کہا: ''میں خدا سے استغفار کرلوں گا۔'' اس صحابی نے کہا: ''خدا کی قسم جس زمین پر تو ساکن ہوگا میں کبھی اس زمین پر نہ رہوں گا'' یہ کہہ کر اس نے فوراً شام کو چھوڑ دیا اور نکل گیا۔

یہ کفر نہ تھا تو اور کیا تھا:

ان اشعار میں اس امر کی تصریح ہے کہ میں نے مدینہ والوں سے بدر کا بدلہ لیا ہے۔ پھر نہیں معلوم کہ یزید کو کون مسلمان کہہ سکتا ہے؟ اس کے نزدیک مدینہ والوں کا یہ جرم تھا کہ انہوں نے پیغمبرؐ اور دین اسلام کی حمایت اور امداد کی۔ پھر جب امداد رسولؐ جرم ہے تو اس سے صاف آشکار ہے کہ یہ ملعون پیغمبرؐ کو پیغمبر نہیں سمجھتا تھا۔ یہ اشعار احمد بن عبد ربہ نے مدینہ والوں کے سر آنے کے وقت تحریر کئے ہیں لیکن اکثر مورخین نے ان شعروں کی حکایت اس وقت کی ہے جب فرزند رسولؐ کا سر آیا تھا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ جب فرق مقدس حضرت امام حسینؑ اس کے پاس بھیجا گیا تو پھر بعد میں کسی سر کی وقعت کیا رہی چاہے، وہ مکہ والوں کا سر ہو یا مدینہ والوں کا۔ مہاجرین وانصار میں سے سات سو آدمی قتل کئے گئے، مجھے نہیں معلوم کہ یہ سب سر بھیجے گئے تھے یا خاص خاص سر یزید بن معاویہ کو ہدیہ دئے گئے تھے۔ تین دن حرم رسالتمآبؐ مباح رہا حالانکہ حدیث نبوی میں ہے کہ ''من اباح حرمی فقد حل علیه غضبی'' جس نے میرے حرم کو مباح کیا اس پر میرا غضب نازل ہوا۔

ادھر تو حرم رسولؐ پر یہ آفت گذری ادھر کعبہ پر جو گذرنا تھا وہ بھی گذرا۔ رکنِ کعبہ شق ہو گیا اور اس کی چھت بالکل جل گئی، پھر پردوں کا کیا ذکر ہے۔

ان باتوں کو خیال کرو اور پھر یہ بھی خیال کرو کہ اس زمانہ سے اب تک کتنے طرفدار یزید ومعاویہ کے پیدا ہوئے اور کتنے موجود ہیں، ان کے اسلام پر ایک غور کی نظر کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اس اسلام کو خدا اور رسولؐ سے کوئی لگاؤ نہیں۔ تنہا یہی نہیں کہ یزید ہی کو فاسق کہہ کے چھوڑ دیا جائے بلکہ معاویہ کا مشورہ بھی ایسے امور میں یقینی معلوم ہوتا ہے۔ سابق میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ معاویہ ہی نے یزید کو مشورہ دیا تھا کہ مسلم بن عقبہ کو امیر بنا کر مدینہ والوں سے جنگ کرنا۔ عقد فرید میں صرف اتنا ہی مذکور ہے لیکن اس مختصر کو مختصر نہ سمجھو بلکہ یہ نفاقی کارناموں کی ایک مطول داستان ہے جس سے ہر ذی ہوش پر اس امر کا انکشاف ہو سکتا ہے کہ جو کچھ یزید نے بعد میں کیا وہ سب معاویہ کی سکھائی اور سمجھائی ہوئی باتیں تھیں۔

وہ انتظامات جو معاویہ کی جانب سے اہلبیتؑ کے نام مٹانے کیلئے کئے گئے تھے

ابوالحسن مدائنی نے کتاب الاحداث میں بیان کیا ہے کہ

معاویہ نے اپنے عہد میں اپنے تمام عاملوں اور کارکنوں کو ایک خط لکھا جس کی عبارت ہر ایک کے لئے ایک تھی اس کا فقرہ یہ ہے **''برئت الذمة ممن روی شیئا من فضل ابی تراب واھلبیتہ''** یعنی جو شخص ابوترابؑ اور ان کے اہلبیتؑ کے متعلق کوئی فضیلت بیان کرے گا اس سے میرا ذمہ بری ہے۔ اس خط کے پہنچتے ہی اطراف عالم میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہوگیا ہر گاؤں اور ہر قصبہ و شہر میں ہر منبر پر خطیبوں نے نفس رسالتمآبؐ جناب امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی جانب لعن کو منسوب کرنا شروع کیا اور ان سے تبرا کا اظہار ضروری سمجھا گیا۔ اور اہلبیت علیہم السلام کی مذمت اور برائیاں جو طمع دل کے سبب سے جعلی بنائی گئی تھیں عالم میں پھیلائی جانے لگیں۔ سب میں زیادہ جن لوگوں پر بلا نازل تھی وہ کوفہ والے تھے کیونکہ کوفہ میں دوستدارانِ امیر المومنین کی کثرت تھی۔

اسی نکتہ کا لحاظ کر کے معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اس میں اس کی چند مصلحتیں تھیں منجملہ اس کے بڑی سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ اس کا ولدالزنا ہونا طشت از بام تھا اور بضرورت اسے معاویہ نے ابوسفیان کا بیٹا تسلیم کیا تھا، اس لئے کہ اس سے امیر المومنین علیہ السلام کی دشمنی اور عداوت کی قوی امید تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ زمانہ خلافت امیر المومنین میں یہ نمک حرام زندگی بسر کر کے آپ کے دوستداروں اور شیعوں کو پہچان چکا تھا۔ لہٰذا معاویہ کو یقین تھا کہ یہ اپنی گورنری کوفہ کے زمانہ میں ان میں سے کسی ایک کو باقی نہ رکھے گا۔ اور نہ تنہا کوفہ کا گورنر مقرر کیا بلکہ بصرہ بھی زیاد کی زیر حکومت قرار دیا گیا۔

یہی دو مقام عرب میں ایسے تھے جہاں کثرت سے لوگ آباد تھے اور یہی دونوں عرب کے نامور شہر اور تمدن کے مرکز تھے۔

زیاد نے گورنر ہوتے ہی معاویہ کا کام شروع کر دیا اور اس نے شیعیان علی ابن ابی طالبؑ کو ہر گوشہ اور ہر مقام میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کرنا شروع کر دیا کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور کسی کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور کسی کو درختوں کی شاخوں پر سولی دی کسی کو عراق سے جلا وطن کر دیا آخر کو یہ حالت ہوئی کہ کوئی ایسا شخص دوستداران امیر المومنین علیہ السلام سے باقی نہ رہا جو شناختہ ہوتا۔

معاویہ کا دوسرا حکمنامہ:

معاویہ نے اس کے بعد ایک دوسرا خط اپنے عالموں کو لکھا اس کے بعض جملے یہ ہیں ''**کتب ان لایجیز والا حد من شیعة علی شھادة و کتب الیھم ان انظروا من قبلکم من شیعة عثمان و محبیه و اھل و لایته الذین یروون فضائله و مناقبه فادنوا مجالسھم و قربوھم و اکرموھم و اکتبوا لی بکل مایروی کل رجل منھم واسمه واسم ابیه وعشیرته ففعلوا ذلک حتی اکثروا فی فضائل عثمان و مناقبه لما کان یبعثه الیھم معاویة من الصلات والکثا والحبئا والقطائع ویفیضه في العرب منھم والموالی فکثر ذلک في کل مصر وتنافسوا في المنازل والدنیا یجد امرؤ من الناس عاملا من عمال معاویة فیروی في عثمان فضیلة او منقبة الا کتب اسمه وقربه وشفعه فلبثوا بذلک حینا**''۔

مضمون حکمنامہ یہ ہے کہ شیعیان علی بن ابی طالبؑ میں سے کسی کی گواہی قبول نہ کی جائے اور یہ کہ دوستان عثمان اور محبین عثمان اور ایسے لوگ جو ان کے لئے فضائل و مناقب کی روایتیں کرتے ہوں تلاش کئے جائیں ان کو مقرب بنایا جائے اور وہ بلا کے پاس بٹھائے جائیں اور ان کی بزرگداشت کی جائے۔ میرے پاس وہ فضائل و مناقب کی روایتیں لکھ کر بھیجی جائیں اور ان میں سے ہر ایک کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام لکھ کر بھیجو۔

عاملوں کو یہ حکمنامہ جب پہونچا تو بلا تکلف عمل شروع ہوگیا اور صدہا حدیثیں عثمان کی فضائل و مناقب کی بیان کی گئیں کیونکہ معاویہ اس عوض میں جائزے اور انعام اور کپڑے اور عطائیں

اور جاگیریں دیتا تھا اور ان کو عرب میں برابر شائع کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ ہر شہر میں اس کی کثرت ہوئی اور دنیا طلبی اور جاہ طلبی میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگا۔ کوئی عامل اور کوئی معاویہ کا کارکن جس شخص کو مل گیا اور اس نے عثمان کی کوئی منقبت یا فضیلت بیان کی تو اس کا نام فوراً لکھ دیا جاتا تھا اور وہ مقرب بارگاہ بنایا جاتا تھا، اس کی سفارش کی جاتی تھی۔ ایک زمانہ اس صورت سے بسر ہوا۔

ان احکام کے نتائج:

ان حکمناموں کی تاثیروں پر غور کرو کہ وہ کیونکر دشمن اسلام ہوکر پھیلیں اور انہوں نے کیونکر نفاق کے کھیتوں کو سینچا اور سرسبز کردیا۔ انہیں خطوں کا یہ کام تھا کہ دنیا طلب لوگوں کو دشمنیٔ آل رسول پر مجبور کردیا اور ان کو خاصان خدا پر لعنت کرنا سکھلا دیا اللہ رے محبت دنیا اور اس کا جوش کہ قرآنی آیتوں کو نہایت خوشی سے معاویہ کی خوشی کے لئے ذبح کردیا، پیغمبرؐ کا منبر اور اس کے نفس پر لعنت جس پر آیہ مباہلہ سا مقبول گواہ آج تک ندا دے رہا ہے۔ عجیب وغریب معاملہ تھا! نہ معلوم ایسا حاکم اسلام کا کتنا معتقد تھا اور نہ معلوم یہ دین فروش رعیت کس پیغمبر کی امت تھی۔ ان انعاموں نے یہ کام کیا کہ پیغمبر پر افترا کرنا اور اس گناہ کی خریداری آسان ہوگئی۔ یہ ہزاروں روایتیں عثمان کے مناقب ومدائح کے متعلق جو بنائی گئیں وہ سب پیغمبر اسلامؐ پر افترا کرکے بنائی گئیں کیونکہ جب تک نبیؐ کی زبان سے ایسی منقبتیں ظاہر نہ کی جاتیں دنیائے اسلام میں ان کا وقار کیونکر تسلیم کیا جاتا؟ ایک اسلامی ملک کا خراج اسلام کے بربادکن اصول میں صرف کیا جاتا تھا اور اہل اسلام کے کان پر جوں نہیں رینگتی تھی۔ جہاں یہ جھوٹی روایتیں دنیا میں پھیلائی گئیں اور ان کی اشاعت پر لاکھوں روپئے خرچ کئے گئے وہاں یہ کام بھی کیا گیا کہ جو کچھ پیغمبرؐ کی حدیثیں فضائل ومناقب امیرالمومنینؑ میں تھیں ان کی روایت ممنوع ہوگئی، ان کا ذکر حرام ہوگیا، حالانکہ وہ حدیثیں کلام پیغمبرؐ میں سے تھیں اور حامل وحی نے ارشاد خلق کے لئے فرمائی تھیں۔

یوں کلام پیغمبرؐ بھی مٹا دیا گیا۔

اس سے بڑھ کر کفر و زندقہ والحاد کیا ہوسکتا ہے کہ ایک معمولی شخص جس کی گھٹی میں نفاق تھا اسلامی بھیس کرکے اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑ رہا تھا اور اہلبیتِ پیغمبر کا کیا ذکر ہے وہ اس پر بھی راضی نہ تھا کہ کلام پیغمبر شائع ہو یا صحیح شریعت دنیا میں پھیلے۔

معاویہ کا تیسرا حکمنامہ:

ثم كتب الى عماله ان الحديث فى عثمان قد كثر ونشافي كل مصر وكل وجه وناحيته فاذاجاء كم كتابي هذافادعواالناس الى الروايةفي فضائل الصحابةوالخلفاء الاولين ولا تتركوا خبرا يرويه احد من المسلمين في ابي تراب الاوائتوني بمناقض له في الصحابةفان هذااحبّ اليّ واقر لعيني وادحض لحجة ابى تراب وشيعته واشدّ عليهم من مناقب عثمان وفضله" محصل ترجمۂ خطِ معاویہ یہ ہے کہ اب تو عثمان کے باب میں حدیثیں کثرت سے ہوگئیں اور ہر شہر وقریہ واطراف واکناف میں شائع ہوگئیں۔ اب جب میرا خط تمہیں ملے تو تم لوگوں کو حکم دو کہ وہ اصحاب اور خلفا کے لئے حدیثیں بنائیں جو حدیث ابوتراب کے لئے کوئی اسلامی شخص روایت کرتا ہو اس کے خلاف حدیث صحابہ کے لئے ایسی بنانی چاہئے جس سے وہ حدیث جو ابوتراب کے لئے ہے ٹوٹ جائے۔ اگر ایسا ہوگا تو مجھے بہت محبوب ہوگا اور اس سے میری آنکھوں میں بہت زیادہ ٹھنڈک پڑے گی۔ کیونکہ اس عمل سے شیعیان ابو تراب کی دلیلیں باطل ہوجائیں گی اور عثمان کے فضائل ومناقب سے زیادہ اس بات کا اثر ہوگا''۔

جب یہ خطوط لوگوں کو پڑھ کے سنائے گئے تو مناقب صحابہ میں بہت سی حدیثیں وضع کی گئیں جو قطعا ساختہ اور جھوٹی ہیں اور ان کی کوئی حیثیت اور حقیقت نہیں ہے اور سب نے مل کر اس دروغ بیانی میں کوشش کی۔ یہ حدیثیں بنائی گئیں اور بنائے جانے کے بعد منبروں پر سنائی گئیں پھر یہ مکتب خانوں کے معلموں کو دی گئیں۔ انہوں نے بچوں کو سکھایا اور ان حدیثوں کو یاد کرایا اور

غلاموں کو بھی انہیں کی تعلیم دی گئی، بلکہ عورتوں کو بھی یہ حدیثیں حفظ کرائی گئیں۔ یہ سلسلہ ایک مدت تک جاری رہا۔

اس کے نتائج اور اثرات:

اگر پیغمبرؐ کے اقوال محفوظ رہتے اور حدیثیں جس طرح نکلی تھیں اسی طرح دنیا کو پہنچتیں تو ہرگز امت میں یہ ناگوار شعبے نہ پیدا ہوتے جو آج ہیں اور جن اختلافوں کی وجہ سے اسلام گم ہو رہا ہے لیکن اسلام کو اپنے آگے بڑھنے کے وقت راہ میں کچھ ایسے قطاع الطریق ملے جن سے منزل کھوٹی ہوگئی اور وہ اپنی خوبیوں سمیت نہ پھیل سکا۔

اس حکمنامہ سے پورا پورا رسول کے اقوال کا مقابلہ کیا گیا وہ فضیلتیں جو آل کی فضیلتیں تھیں منقلب کرکے اصحاب کی فضیلتیں قرار دی گئیں اس میں کوئی شخص غور کرے تو اس کو ہرگز ایسے شخص کے کفر میں کلام نہ ہوگا جس نے پیغمبرؐ کے ہر ہر قول کا معارضہ پیش کیا ہو۔

سب میں بڑا خطرہ اسلام کے لئے یہ درپیش ہوگیا کہ اسلام میں ان لوگوں کی پیروی فرض ہوگئی جن کی وقعت اسلام کے ورق میں مرقوم نہ تھی اور نہ ان کے لئے روحانی ریاست کا کوئی حصہ تسلیم کیا جاسکتا تھا۔ پھر ناظرین خیال کرسکتے ہیں کہ شریعت کی باگ کدھر سے کدھر مڑ گئی اور دینی نقطہ میں وہ زلزلہ آیا کہ اس کی جگہ کا پہچاننا مشکل ہوگیا۔

آج ہماری مقابل جماعت اپنے یہاں سے صحابہ کے فضائل کے دفتر پیش کرتی ہے جن کا دعویٰ یہ ہے کہ رسولؐ نے یہ حدیثیں بیان کی ہیں لیکن ان غریبوں کو کیا معلوم کہ یہ کہاں سے اور کیونکر آئیں؟

ہم اس مضمون کو انہیں کی کتاب سے لکھ رہے ہیں لیکن وہ بغیر اس امر کے کہ ہماری تحریر کا اصل کتاب سے مقابلہ کریں گے اس کو جھوٹا فرض کریں گے پھر بتایئے کہ افہام و تفہیم کا راستہ کیونکر پیدا ہو۔

یہی وہ غلطیاں ہیں جنہوں نے بیچ میں پڑ کے ہم کو ایمانی ساحل سے دور کر دیا۔ خیر ہم یہ خیال کرکے شاید اس مضمون کو کوئی پڑھ کر حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے اس مضمون کو لکھتے ہیں۔

آمدم بر سر مطلب:

ان روایات صادقہ میں ایک نکتہ موجود ہے جو اصحاب دماغ سے مخفی نہیں ہے لیکن عام لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے میں اس کی تصریح کرتا ہوں۔ معاویہ کا یہ حکم کہ عثمان کے لئے مناقب وفضائل کی حدیثیں بنانی چاہئیں یا دوسرے مکتوب میں یہ حکم کہ اصحاب اور خلفاء کے لئے بھی مناقب وفضائل کی حدیثیں ہونا چاہئیں، یہ اس بات کی نہایت درجہ تصریح کرتا ہے کہ حضرت عثمان کے لئے مناقب وفضائل کی حدیثیں یا تو موجود ہی نہ تھیں یا اگر تھیں تو ایسی کہ جن کا ہونا نہ ہونے کے برابر تھا اور نہ کوئی وجہ وضع احادیث کے لئے موجود نہیں۔ یوں ہی دیگر اصحاب وخلفا کے متعلق خیال کرنا چاہئے کہ وہاں بھی میدان مناقب وفضائل خالی تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس قدر مال خدا اس باطل و دروغ مطلب کے لئے خرچ کیا گیا۔ پھر اب تو خلفا و اصحاب کی کسی فضیلت میں دم باقی نہیں رہا چاہے وہ صحیح میں ہوں یا اس کے علاوہ ہوں۔ اگر بفرض محال کہیں ہوں بھی تو باطل میں مل جانے کے بعد ایک بھی قابل احتجاج نہیں جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ (۲۴ر صفر ۱۳۴۳ھ)

❁❁❁

بقیہ۔۔۔۔۔۔۔حسینؑ اور انسانیت

کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہندوستان کے اس فرقہ وارانہ ماحول میں مختلف فرقوں کے لوگوں کو برابر یاد دلایا جاتا رہے کہ تمھیں امام حسینؑ کے اس بلند کردار کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کسی کے دشمن ہونے کا ہرگز یہ تقاضا نہیں ہے کہ اس کا کوئی انسانی حق تمہارے ذمہ نہ رہے، تم انسانیت کے مشترکہ حقوق اور فرائض سے کبھی دستبردار نہیں ہوسکتے، اگر ہمارے ملک کے مختلف فرقے امام حسینؑ کے صرف اسی ایک سبق کو یاد رکھیں اور اسکے مطابق عمل کریں تو کسی نہ کسی حد تک یہ عمومی اور مہلک فرقہ وارانہ تعصب و نفرت خود بخود گھٹتا چلا جائے۔ (مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۸۶ء)